

## اُردو فلیش فکشن کی ارتقا و تاریخ کا تحقیقی مطالعہ

### THE EVOLUTION AND HISTORY OF URDU FLASH FICTION AND ITS STUDY

عابدہ ہما

اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جام شورو

عبدالجبار خان

لیکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج

#### Abida Huma

Assistant Professor, department of Urdu

University of Sindh Jamshoro

[Humasajidsaleem@gmail.com](mailto:Humasajidsaleem@gmail.com)

#### Abdul Jabbar

Lecturer, Urdu Department, Government College

[jk1977aug@gmail.com](mailto:jk1977aug@gmail.com)

#### Abstract:

*When the history of 'flash fiction' in Urdu literature is explored, many traces of it are found in folk literature, including stories of kings, animal stories, fables, sayings, proverbs, riddles, maxims, parables, idioms and expressions, jokes, etc. This type of literature has been passed down from generation to generation since ancient times for the improvement of human civilization, the increase of intellect and understanding, the reform of social and moral values, and the development of spiritual power. The first example of this type is found in the "Sumerian literature" which is about three and a half thousand years old. Similarly, in about three centuries BC, the name of a great storyteller of India, Vishnu Sharman, is found. He wrote the shortest stories in an allegorical and instructive style in a book called "Panch Tantra" in Sanskrit. In the thirteenth century AD, the books of stories of the famous Persian poets of Iran, Sheikh Saadi Shirazi, "Gulistan Saadi" and "Bustan Saadi", Fariduddin Attar Nishapuri's book "Mantik Al-Tayr" and Maulana Rumi's "Hakayat-e-Rumi" also contain such stories, which are called "Hakayats" in Persian literature, in which the colors of flash fiction are prominent.*

**Key words:** Flash fiction, Fables, Sayings, Proverbs, Riddles, Maxims, Parables, Idioms, Jokes,

انگریزی زبان کی اصطلاح 'فلیش فکشن' کی معنی اور مفہوم کو واضح کرنے یا اس کے تعارف کے لیے ایک بہت بڑے درخت مثال دی جا سکتی ہے، جس کے

سائے تلے کہانیوں کی بہت سی اقسام آ جاتی ہیں یا ایسا درخت جس کی ہر شاخ ایک مختصر کہانی کی طرح ہے۔ ان مختصر کہانیوں میں شارٹ شارٹ اسٹوری، سنڈن فکشن، ڈریبل، فکشن-55، ڈریبل، ٹوہنچر، پام سائیز اسٹوری، سموک لانگ اسٹوری، مائیکرو اسٹوری، مینو اسٹوری، سکس ورڈ اسٹوری وغیرہ آ جاتی ہیں۔

لفظ FLASH کی معنی اور مفہوم

#### Flash (Noun)

Shine brightly and suddenly, or to make something shine in this way

Flash: (LITERARY) if someone's eyes flash, they look bright because of the anger or excitement the person is feeling.

To show something for a short time

Flash (Adv/prep) to communicate something quickly, specially using radio or light waves:

#### Flash (Verb)

No object Shine in a bright but brief, sudden, or intermittent way.

'Lighting flashed overhead'

‘An irritating neon sign flashed on and off’  
‘A police car with a flashing light’ (1)

اُردو لغت کے مطابق:

پلک چھپکانا، بجلی کی طرح (خیال) کوند، چمکانا، اچانک، یکایک، چشم زدن میں، بھڑک اٹھنا، شعلہ فشاں ہونا، یکایک نظر  
آنا، ذہن میں یکایک آنا، کم عرصہ یا لمحہ، بہت جلدی میں، فوری طور پر کبھی ہوئی خبر، اہم خبر۔ (۲)

لغات میں موجود فلش کی معنی کچھ اس طرح بیان ہیں، جن کے مطابق چمکانا، تیز روشنی کی چمک یا کوئی پیغام پہنچانا، پلک چھپکانا، کوئی خبر آگ کی طرح پھیلنا، انسان کی اندرونی کیفیت کے مطابق آنکھوں میں چمک آنا۔ کسی بھی لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک لغوی / لفظی، دوسرا: سماجی / اصطلاحی۔ لغوی یا لفظی معنی میں انگریزی لفظ Flash اسم، ظرف، حرف جار اور فعل کے طور کام آتا ہے اور لغوی اعتبار سے اس کی معنی چمکانا۔ جلوہ۔ بجلی کی چمک۔ تیز روشنی کا آنکھوں میں پڑنا، جبکہ اصطلاحی معنی میں مختلف زاویوں سے اس کا استعمال ہوتا رہا ہے، جس کی معنی اوپر بیان گئی ہے۔ فلش فکشن کی اصطلاح میں فلش لفظ فکشن کے ساتھ مرکب کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ اصطلاحی مفہوم کے مطابق لفظ فلش اپنے اگلے لفظ فکشن کی حیثیت کو واضح کرتا ہے، مزید وضاحت کے لیے ذیل میں لفظ Fiction کی معنی اور مفہوم پیش ہیں۔

## 1.6 لفظ FICTION کی معنی اور مفہوم

### Fiction

The class of literature comprising works of imaginative narration especially in prose form.

Something feigned, invented, or imagined; a made-up-story.

An imaginary thing or event, postulated for the postulated for the purposes of argument or explanation.

### Origin of fiction

1375-1425; late Middle English < Latin fiction- (stem of fiction) a shaping, hence a feigning, fiction, equivalent to fict (us) molded (past participle of fingere) + -ion- -ion. (3)

فکشن: افسانوی ادب، قصہ، کہانی جو حقیقی نہ ہو۔

لفظ Fiction کی معنی اور مفہوم آگاہی کے بعد کچھ مزید پر تیس سامنے آتی ہیں۔ جیسے تصوراتی بیان، خاص طور پر نثر کی صورت میں یا من گھڑت کہانی یا تخیل کی بنیاد پر گھڑی ہوئی بات، ایک خیالی قصہ یا واقعہ جو دلیل یا وضاحت کے لیے بنایا جائے۔ ادب کی نثری صورت، ناول، تصوراتی واقعات کا اظہار، غیر فطری بات، خیالی واقعات پر مشتمل کہانیوں کی کتب اور حکایتی انداز میں لکھے ہوئے افسانے شامل ہیں۔ جب اردو ادب میں فلش فکشن کی تاریخ کی مطالعہ کیا جائے تو لوک ادب میں اس کے کئی نشانات ملتے ہیں، جیسا کہ بادشاہوں کی کہانیاں، جانوروں کی کہانیاں، حکایت، اقوال، ملفوظات، کہاوتیں، پہیلیاں، مقولہ، ضرب المثل، محاورے و اصطلاح، لطیفے، ٹوکنے و چپکے اور نقل و نظیر وغیرہ شامل ہیں۔

اردو میں لوک ادب صدیوں سے مالا مال رہا ہے، جن کے نشانات درج بالا بیان کی گئیں کہانیوں کی اصناف اور اصطلاحات میں دیکھا جاسکتا ہے۔ عالمی سطح پر ایٹلس، فیلس اور پریہ سلس (کہانی، جانوروں کی کہانی اور بادشاہوں کی کہانی) کو فلش فکشن کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے ادب کی تاریخ اور ارتقاء کی منزل پر اٹلے قدم چلتے ہوئے جب ہم فلش فکشن کے نقوش تلاش کرتے ہیں تو اس طرح کی کہانیاں کئی روپوں میں انسانی تاریخ سے پہلے بھی اپنا وجود رکھتی نظر آتی ہیں۔ اس قسم کا ادب قدیم دور سے لے کر انسانی تہذیب کی بہتری، عقل و فہم کے اضافے، سماجی، اخلاقی اقدار کی اصلاح، روحانی قوت کی نشوونما کے لیے نسل در نسل منتقل ہوتا رہا

ہے۔ اس قسم کی پہلی مثال تقریباً ساڑھے تین ہزار سال قدیم "سومیری ادب" میں ملتی ہے۔ آثارِ قدیمہ میں سے دریافت کی اینٹوں میں سے ایک تختی پر لکھی "لومڑی اور کتا" کے عنوان سے مختصر ترین کہانی ملی ہے، جس کے بارے میں علمِ انسانیت اور آثارِ قدیمہ کے ماہرین کی رائے ہے کہ یہ کہانی خالصتاً "سومیری دور" کی ہے۔ چھٹی صدی قبل از مسیح میں یونانی ادب میں ایسپ کی حکایتیں بہت مقبول ہوئیں، اس نے یونان کے سفر کے دوران دلچسپ اور سبق آموز کہانیاں لکھیں جو صدیوں سے اب تک زبان زد عام ہیں۔ اکثر ان حکایات میں جانوروں اور پرندوں کو انسانوں جیسی حرکتیں کرتے اور بولتے دکھایا گیا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ حکایتیں بہت پرانی ہیں۔ شاید اُس زمانے کی یادگار ہوں جب انسان خود کو جانوروں اور پرندوں کے بہت قریب محسوس کرتے تھے۔ (۴) آج دنیا کی شاید ہی کوئی زبان ایسی ہوگی جس میں ان حکایات کا ترجمہ نہ کیا گیا ہو، ان مختصر حکایات میں 'فلش فکشن' کے رنگ نمایاں نظر آتے ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ مختصر کہانیوں کا ادب ماضی میں بھی بھرپور اہمیت کا حامل رہا ہے۔

اسی طرح تقریباً تین صدی قبل از مسیح میں ہندوستان کے ایک مہا کہانی کار، وشنو شرمنا کا نام ملتا ہے۔ جس نے سنسکرت زبان میں 'پنج تنتر' نامی کتاب میں تمثیلی اور نصیحت بھرے انداز میں مختصر ترین کہانیاں لکھیں، پنج تنتر کے قصوں میں زیادہ تر توجہ حکمرانی کرنے اور حکمتِ عملی پر مرکوز ہے لیکن کردار بالعموم جانور اور پرندے دکھائے گئے ہیں۔ یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ اس کا ترجمہ دنیا بھر کی تقریباً پچاس سے زیادہ زبانوں میں ہوا ہے۔ ان کہانیوں میں 'فلش فکشن' کے رنگ نمایاں ہیں۔

قدیم ہندوستانی تہذیب میں 400 سال قبل از مسیح کے دوران لوک کہانیوں پر مشتمل ضخیم ادبی کتاب "جتاکا کہانیاں" کا ذکر ملتا ہے، جس میں گوتم بدھ کے گزشتہ کئی جنم کی انسانی اور حیوانی روپ پر مبنی پیدائش کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ہندوستان کے اس قدیم پالی زبان کے ادب میں خصوصاً یہ 'جتاکا کہانیاں' اور عموماً اساطیری قصے اور لوک داستانیں 'فلش فکشن' کی جھلک دیتے ہیں۔ ان مختصر کہانیوں (جتاکا کہانیاں) کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ چھٹی صدی عیسوی میں فارس کے ساسانی دور میں ایک بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کہانیوں کا سنسکرت سے پہلوی زبان (قدیم فارسی) میں ترجمہ کیا جائے، حکم کی تعمیل ہوئی اور ملک کے نامور شاہی طبیب بروزیہ نے ان کہانیوں کا ترجمہ کیا۔

“Jataka Tales are part of the canon of sacred Buddhist literature, this collection of some 550 anecdotes and fables depicts earlier incarnation. Sometimes as an animal, sometimes as a human... of the being would become siddhartha Gautama” (5)

آٹھویں صدی عیسوی میں مشہور عرب ادیب، عبد اللہ ابن مقفع نے عربی زبان میں انہی کہانیوں کا ترجمہ 'کلیلہ و دمنہ' نامی کتاب (کہانیوں کے مجموعہ) کی صورت میں کیا، جسے عربی زبان کے افسانوی ادب کے لحاظ سے پہلی کتاب مانا جاتا ہے۔ ابن مقفع نے اس کتاب میں ایک باب کا اضافہ کیا ہے، جس میں اپنی تخلیق کردہ کہانیوں کو شامل کیا ہے۔ عبد اللہ ابن مقفع نے اپنے اس کارنامے کو اُس وقت کے عباسی حاکم، منصور کو تحفے کے طور پر بھیجا۔ خلیفہ نے ان کہانیوں کو پڑھ کر یہ سمجھا کہ ان کہانیوں میں اُس کے اوپر تہمت لگائی گئی ہے، نتیجے میں اس پینتیس سالہ جوان ادیب پر سننے قرآن لکھنے کا الزام لگا کر مار ڈالا۔ کتاب 'کلیلہ و دمنہ' اسلوب کے لحاظ سے یہ پہلا شاہکار ادب ہے، جس میں کہانی سے کہانی کے فن نے بام عروج حاصل کیا، بعد میں 'الف لیلیہ و لیلیہ' جیسا شاہکار ادب تخلیق ہوا۔

تیرہویں صدی عیسوی میں ترکی کا مشہور مسخرہ ملا نصیر الدین ایک عقل مند، حاضر جواب اور عالم فاضل شخص تھا، لیکن لوگوں کی اصلاح اور تفریح کے لیے بے وقوف بنا رہتا تھا، اس کے حکایت نمائندہ بہت مشہور ہیں، ملا نصیر الدین نے زندگی کے گہرے فلسفے کو ہنسی و مذاق کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ ان کے اس انداز بیان نے برصغیر میں بھی بہت مقبولیت حاصل کی۔ ان کے کئی لطیفوں میں 'فلش فکشن' کی جھلک نظر آتی ہے۔

تیرہویں صدی عیسوی میں ہی ایران کے فارسی زبان کے مشہور شعراء شیخ سعدی شیرازی کی حکایات کی کتب 'گلستان سعدی' اور 'بوستان سعدی'، فرید الدین عطار نیشاپوری کی کتاب 'منطق الطیر' اور مولانا رومی کی 'حکایات رومی' بھی اس قسم کی کہانیاں ملتی ہیں، جنہیں فارسی زبان ادب میں 'حکایتوں کا نام دیا جاتا ہے، جن میں 'فلش فکشن' کے رنگ نمایاں ہیں۔

بیسویں صدی کے وسط میں اردو ادب میں سعادت حسن منٹو کی کتاب "سیاہ حاشیہ" مختصر ترین کہانیوں کا مجموعہ ہے۔

فلڈیشن فکشن کے حوالے سے دنیا بھر کے ادب کا سرسری جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس کی بنیاد کہانی ہے، جو کبھی طوالت کی صورت میں زبانی طور پر قصہ، داستان یا رزمیہ داستان کا حصہ رہی، کبھی اپنا وجود سیٹھتے ہوئے تحریری طور پر ناول اور ناولٹ کا تو کبھی اپنے سکڑتے وجود کے ساتھ افسانے اور افسانچہ کا خاصہ رہی ہے۔ مطلب کہانی نے نثری ادب کی بدلتی صورتوں میں اپنا وجود قائم رکھا ہے، اس لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ کہانی کیا ہے اور کیسے جنم لیتی ہے؟

کہانی کیا ہے یا کہانی کیسے جنم لیتی ہے؟

کہانی سارے عالم کے نثری ادب کی بنیادی جڑ رہی ہے، جو انسان کی پیدائش اور اس کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ہمیشہ سے موجود ہے۔ "کہانی کا ارتقاء صرف واقعات کا ارتقاء ہی نہیں بلکہ یہ انسان کے ذہنی ارتقاء کا بھی علامہ ہے۔ اس کا آغاز کب اور کن حالات میں ہوا؟ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اتنا اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے کہ یقیناً یہ اس وقت تک ممکن نہ ہو سکا ہو گا، جب تک کہ انسان نے اپنے گرد پھیلی ہوئی کائنات اور مظاہر قدرت سے متعلق سنجیدگی سے غور و خوض کرنا شروع نہ کیا ہو گا۔ قرین قیاس ہے کہ یہ اس وقت ہو سکا ہو گا جب اس نے اپنے ارد گرد پھیلے ہوئے فطرت کے دہشت ناک مناظر کو دیکھتے ہوئے یہ محسوس کیے بنانا رہا ہو گا کہ اس کائنات میں صرف وہی ایک مجبور و مقهور اور کمزور خلیف تر مخلوق ہے۔" (۶)

انسانی فطرت میں یہ چیز شامل ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے معاشرتی مسائل اور سماجی حقائق کو دوسروں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اس لیے انسان نے سب سے پہلے ایک دوسرے کو کہانی کی صورت میں اپنے حالات اور واقعات سننے اور سنائے، اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ کہانی سننا اور سنانا انسانی سماج کا ادب کے حوالے سے پہلا ستون ہے۔ عام طور پر کہانی کے کردار براہ راست انسانی زندگی کا حصہ ہوتے ہیں جو معاشرے کے ہر پہلو کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ ہر کوئی بچپن میں اپنے بزرگوں سے کہانیاں سنتا آیا ہے۔ بادشاہ، رانی اور شہزادہ، شہزادی کی کہانی، پری، دیو اور جن بھوتوں کی کہانی سنتا آیا ہے۔ جس میں ہمیشہ اچھائی کی برائی پر جیت ہوتی ہے۔ ہر کہانی سبق آموز ہوتی ہے، جس سے ایک سبق ملتا ہے۔ اس کے علاوہ الفاظ کے ذریعہ اس دور کی تصویر کھینچی جاتی ہے تاکہ لوگ اس دور کے رسم و رواج، عادات و اطوار اور دیگر چیزوں کے بارے میں جان سکیں۔ کہانیاں ہماری تہذیب و ثقافت کا حصہ رہی ہیں۔ دنیا کے ہر گوشے میں اور انسانی تہذیب کی ترقی کے ہر دور میں کہانی، قصہ گوئی موجود رہی ہے۔

لازمی نہیں کہ دنیا بھر میں ادب کا آغاز رزمیہ داستان یا اس دور کے بادشاہوں کی فتح و شکست کی کہانیوں سے ہوا ہے، بلکہ دنیا کے کئی حصوں میں ادب کی ابتداء نظم و شعر سے ہوئی۔ مثلاً چین میں ادب کی ابتداء میں شعر کہنا صرف شاعروں تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ اعلیٰ عہدوں کے لیے امیدوار کو شعر گوئی کی کسوٹی پر پرکھا جاتا تھا، اور تمام بڑے حکومتی عہدیداروں کے لیے شعر کہنے اور شعر فہمی کی صلاحیت کا ہونا لازمی تھا۔ چین سے متاثر ہو کر جاپان میں بھی شاعری کو بام عروج حاصل ہوا۔ جب انسان نے لکھنا شروع کیا تو اس نے اپنے خیالات کو درختوں کی چھالوں اور پتوں پر تحریر کرنا شروع کیا، پتھروں پر کندہ کیا۔ کاغذ کی ایجاد کے بعد سارا نقشہ ہی بدل گیا اور عرب میں الف لیلہ کی کہانیاں اسی طرح یکجا کی گئیں۔ ادب میں قصے کہانیوں کی دنیا میں انقلاب لانے کا سہرا عرب ممالک کو جاتا ہے۔ عربوں نے چین سے کاغذ بنانے کا ہنر سیکھا اور اسے ایک بہت کامیاب کاروبار کے طور پر دنیا بھر میں پھیلایا۔ کاغذ کی ایجاد سے پہلے کہانیاں نسل در نسل زبانی ادب کے روپ میں منتقل ہو رہی تھی۔ کاغذ کی ایجاد نے ادب کو تحفظ فراہم کیا اور اسے یکجا کرنے کا کام کیا۔ پرنٹنگ کی ایجاد نے اسے گھر گھر پہنچایا۔ پرنٹنگ کے بعد ناول لکھنے کا رواج پروان چڑھا۔ جوں جوں وقت کے ساتھ ٹیکنالوجی میں ترقی ہوئی، لوگوں تک ادب کی رسائی آسان ہونے کے ساتھ بڑھ بھی گئی۔ اس میں تعلیم کی بڑھتی ہوئی سطح نے بھی اہم اور نمایاں کردار ادا کیا۔ قارئین کی تعداد میں اضافہ ہونے لگے تو زیادہ کہانیاں لکھنے والے بھی آنے لگے۔ آج مختلف قسم کی کہانیاں لکھنے اور پڑھنے والے موجود ہیں۔ نئی نئی تحریری اصناف وجود میں آنے لگیں۔ کہانیاں، قصہ گوئی اور داستان گوئی اپنا زبانی روپ بدل کر تحریری اصناف ناول، ناولٹ، افسانہ اور افسانچے کے روپ میں ابھر کر سامنے آ گئیں۔ خاص طور پر خواتین کے لیے ناول بڑے پیمانے پر لکھے جانے لگے۔ غلامی سے نجات پانے کے لیے کئی ممالک نے اپنی آزادی کے لیے جدید ناول کا استعمال کیا۔ دراصل سیاسی آزادی کے لیے ثقافتی آزادی بہت اہم ہے اور اس کی مکمل آزادی دیتا ہے۔

آج ہر طرف انٹرنیٹ کا دور ہے۔ ایک کلک پر دنیا بھر کا ادب ہماری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ اگرچہ تمام چیزوں کی آن لائن دستیابی کا کتابوں کی اشاعت پر برا اثر پڑا ہے لیکن اس سے کہانیاں سننے اور سنانے والوں کے جنون میں کوئی کمی نہیں آئی۔ خواہ کوئی ہاتھ میں کتاب لیے پڑھتا نظر نہ آتا ہو لیکن سب کے پاس ایسے گنجائش ہیں۔ جس کے ذریعے جب چاہے پڑھ سکتا ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ڈیجیٹل ورلڈ میں ہم ادب لکھنے کا ایک نیا آغاز کر رہے ہیں۔

وقت چاہے کتنا ہی کیوں نہ بدل گیا ہو، کردار تبدیل ہونگے ہیں لیکن قصے کہانی کا دوراب بھی جاری ہے اور کہانی کا راج ہمارے دلوں پر قائم و دائم ہے، کیونکہ کہانی کا تعلق ہمارے ساتھ چولی دامن کا ہے۔ کہانیاں صرف کتابوں کی زینت نہیں بلکہ ان کی انسانی زندگی میں بھی بڑی قدر و قیمت رہی ہے۔ اب چونکہ دنیا تیزی سے سمٹ رہی ہے اور اس تیزی سے سمٹی دنیا کے ساتھ انسانی زندگی کی رفتار میں بھی تیزی آگئی ہے، لوگوں کی مصروفیات دن بہ دن گزرتے وقت کے ساتھ بڑھ رہی ہے، لوگوں کے پاس وقت کی قلت ہے اس لیے طویل نشست کے مطالعہ سے دور ہوتے جا رہے ہیں تو ضرورت اس امر کی ہے کہ اس سے پہلے لوگ مطالعہ کرنا ہی چھوڑ دیں، بدلتے وقت کے ساتھ ہی انھیں مختصر ادب کی طرف راغب کیا جائے، کیونکہ لوگ اب ٹیسٹ کرکٹ سے زیادہ ٹی۔ ٹو ٹینٹی دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ یہ بات جب عالمی ادب سے ہوتی ہوئی اردو ادب تک پہنچتی ہے تو اردو ادب میں بھی اس قسم کا رجحان ملتا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اردو ادب میں بھی صدیوں سے مختصر ترین کہانیوں کا رواج رہا ہے۔

فلڈیشن فلکشن کو ماضی کے اوراق میں تلاش کرنے کے لیے ہمیں اردو کے قدیم فلکشن کی اصناف جیسے: حکایت، کہاوتیں اور قدیم نثری اصناف جیسے، اقوال، ملفوظات، پہیلیاں، مقولہ، ضرب المثل، محاورے و اصطلاح، لطیفے، ٹوٹکے و چٹکے اور نقل و نظیر وغیرہ کا جائزہ لینا اشد ضروری ہے۔ جس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکیں کہ کیا واقعی مختصر نثری ادب، اردو ادب میں پہلے سے اپنا مسخوڑ کن وجود رکھتا ہے اور زندگی کے ہر مثبت و منفی پہلو پر گہرائی سے نظر ڈالتا ہے، قاری کے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور سماج کی اچھائی، برائی اور سچائی کو سامنے لاتا ہے اور قاری کو کہانی کا مکمل لطف فراہم کرتا ہے۔

### حکایت

"حکایت (ح) کا۔ (ع)۔ (ا)۔ (م) کہانی۔ داستان۔ قصہ۔ بات۔ جمع: حکایات۔ اردو جمع: حکایتوں۔ حکایتیں۔" (۷)

حکایت (انگریزی Fable) عربی زبان کا لفظ ہے، جس کی معنی ہیں: قصہ، کہانی۔ حکایت سے مراد نظم یا نثر میں کوئی مختصر قصہ یا بیانیہ جس میں کسی اخلاقی نکتے کو نمایاں کیا گیا ہو۔ انسانی زندگی میں اُنس و مدنیت کا مادہ بھر پور ہے، انسان ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتا ہے اور اپنی بیتی دوسرے کو سنا تا ہے اور دوسرے کی بیتی خود سن کر اپنی فطرت کو سکون دیتا ہے، جب کسی تیسرے کی بات آپس میں کی جاتی ہے تو وہ حکایت کا روپ دھار لیتی ہے۔ تحریری شکل میں آجانے کے بعد حکایت کی افادیت بڑھ جاتی ہے، حکایت کا لفظ سب سے پہلے اردو زبان میں قلی قطب شاہ نے اپنی کلیات میں استعمال کیا ہے۔ حکایت خواہ حقیقت پسندانہ ہو یا کھلے یا چھپے طنز سے عبارت، کوئی نا کوئی اخلاقی سبق دینا اس کا مقصد ہوتا ہے۔

جیسا کہ حکایت بنیادی طور پر انسانی اخلاق و اقدار کی اصلاح کے مقصد سے تحریر کی جاتی ہیں، ہماری روزمرہ زندگی میں ایسے بہت سے قصے کہانیاں بزرگوں سے نقل کیے جاتے ہیں جن میں کوئی نا کوئی اخلاقی پہلو ضرور ہوتا ہے۔ عموماً ان روایات کا تعلق ہمارے آباؤ اجداد کی تجربات کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حکایات سعدی، حکایات رومی اور حکایات لقمان وغیرہ۔ بطور مثال کچھ حکایات یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

"عنوان: جو بندوں پر رحم کرتا ہے اللہ ان پر رحم کرتا ہے۔"

حضرت شیخ سعدی اس حکایت میں بیان کرتے ہیں اللہ کی مخلوق کو تکلیف میں دیکھ کر ان کی تکلیف دور کرنے پر قدرت رکھنا اور تکلیف کو دور کرنا اللہ عزوجل کو پسند ہے اس سے محبت و عزت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور ایک ادنیٰ سی نیکی انسان کو آخرت میں بلند مرتبہ عطا کر سکتی ہے۔ (۸)

### "کمال فن اور شیخی"

اس حکایت میں مولانا رومی فرماتے ہیں کہ کبھی بھی اپنے علم و فہم پر فخر نہیں کرنا چاہیے اور کسی کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ ہر کوئی اپنے فن کا ماہر ہوتا ہے۔ دوسرے کے کام کو کم تر اور صرف اپنے کام کو اعلیٰ سمجھنا بے وقوفی ہے۔ کیونکہ شرم ساری غرور کا پچھیا کرتی ہے اور ندامت مغرور کا مقدر ہے۔ اس لیے ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اُس نے ہمیں اتنی قابلیت دی ہے۔ اپنی قابلیت کو دوسروں کی بھلائی کے لیے استعمال کرنا چاہیے تاکہ معاشرے میں توازن پیدا ہو۔ (۹)

### "انگور کھٹے ہیں"

1- یہ بات انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ جو چیز اُس کے ہاتھ نہیں لگتی وہ اُس میں نقص نکال کر آگے بڑھ جاتا ہے۔

2- ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔" (۱۰)

درج بالا حکایت میں حکیم لقمان فرماتے ہیں کہ جب انسان کو بھرپور کوشش کے باوجود کوئی چیز نہ مل سکے تو اپنی خفت مٹانے کے لیے اُس میں عیب نکالتا ہے۔

ان نامور ادیبوں کی حکایات کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ مختصر الفاظ کی ان حکایات (کہانیوں) نے انسان کی اخلاقی تربیت پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ دراصل کہانیاں بچوں کی ذہنی نشوونما اور ان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہیں۔ اس طرح کی کہانیاں ہماری اردو کی درسی کتابوں میں بھی موجود ہیں جو خصوصاً بچوں کی اخلاقی تعلیم و تربیت میں بہت معاون ثابت ہوتی ہیں اور انہیں معاشرے میں ایک اچھا انسان بنانے میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ حکایات پر مبنی یہ حکائی ادب انسانوں کے ساتھ ساتھ سماج اور معاشرے کی بہتری میں اپنا کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ مطلب مختصر الفاظ کا ادب بھی انسانی زندگی پر گہرا اثر چھوڑتے ہوئے اس میں مثبت تبدیلی لاسکتا ہے۔ حکایت اردو ادب کی قدیم فکشن کی ایک صنف ہے، جو موجودہ جدید 'فلمیش فکشن' کا ابتدائی روپ ہے۔ حکایت میں 'فلمیش فکشن' کی سب لوازمات موجود نہیں ہوتیں لیکن ماضی کی یہ حکایات دور جدید کے مختصر الفاظ کی کہانیوں یعنی 'فلمیش فکشن' کے ساتھ اپنی اختصاری صورت اور سبق آموز نتیجے کے سبب 'فلمیش فکشن' میں اپنے رنگ بکھیرے ہوئے ہیں، کیونکہ 'فلمیش فکشن' بھی اپنے مختصر ادبی وجود کے ساتھ سماج و معاشرے کی اصلاح میں اپنا اہم کردار ادا کرتا ہے۔

## اقوال

"قول (ع۔ ا۔ مذ) (1) بات۔ سخن۔ کہاوت (2) عہد و پیمانہ۔ اقرار۔ قسم۔ سوگند (3) مقولہ۔ بیان۔ جمع: اقوال۔" (۱۱)

اقوال (انگریزی Words) لفظ 'قول' کی جمع ہے، قول عربی زبان کا لفظ ہے جس کی لفظی معنی بات، بیان، قسم، قرار اور عہد و پیمانہ ہے یعنی جو بات یا بیان کیا

جائے تو اس پر ہر صورت قائم رہے۔

ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں کہ:

"قول ملفوظ سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی بنیادی اصولی بات ہوتی ہے۔ ایسی بات جو پسند و نصیحت اور

راہبری اور راہنمائی کے طور پر ہر دور اور ہر شخص کے لیے مشعل راہ بن سکتی ہے۔" (۱۲)

انسانی زندگی میں مختلف قسم کے نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ کبھی خوشی کبھی غم، کبھی شکھ کبھی ڈکھ، ان سبھی حالات سے انسان گزرتا رہتا ہے۔ جب اسے پریشانیوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس کے حوصلے پست ہونے لگتے ہیں اور جب وہ زندگی میں مطمئن ہوتا ہے تو زیادہ پر اعتماد ہوتا ہے۔ یہ دونوں ہی باتیں انسان کے لیے نقصان دہ ہیں۔ ایسے حالات میں بزرگوں کے اقوال اور ان کی پیاری پیاری باتیں ہماری لیے مشعل راہ ہوتی ہیں۔ چند ایک مشہور شخصیات کے اقوال کا جائزہ لیتے ہیں۔

"علم وہ خزانہ ہے جس کا ذخیرہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اسے گردش ایام سے ضرر نہیں پہنچتا۔" (۱۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلفائے راشدین میں سے آخری خلیفہ ہیں ان کی ایک وجہ شہرت ان کے اقوال زریں بھی ہیں جو عربی زبان سے اردو ادب میں ترجمہ ہوئے ہیں اور ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ انہوں نے اس قول میں علم کی اہمیت کے بارے میں بڑی گہری بات کی ہے علم ایک ایسی دولت ہے جو بانٹنے سے دن بہ دن بڑھتی رہتی ہے اور کبھی کم نہیں ہوتی، چاہے اسے کیسی ہی صورت حال کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے، اس میں نہ کمی واقعہ ہو سکتی اور نہ ہی کوئی اسے کسی سے چرا سکتا ہے اور نہ ہی چھین سکتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ علم حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگے رہنا چاہیے، اس کے لیے آپ کو کتنی ہی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے۔ کیونکہ آپ اپنے سماج میں بہتری علم ہی کی بدولت لاسکتے ہیں اور علم ایک ایسی لازوال دولت ہے جو معاشرے میں پیدا ہونے والے بگاڑ کو سدھار سکتی ہے اور بھٹکے ہوئے انسان کو راہ راست پر لاسکتی ہے۔

بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق کہتے ہیں کہ:

"لفظ میں ایک جادو ہوتا ہے جو بے محل استعمال سے پھیکا پڑ جاتا ہے۔" (ڈاکٹر عبدالحق) (۱۴)

بابائے اردو ڈاکٹر عبدالحق کی اردو زبان و ادب کے لیے بہت سی خدمات ہیں جن کی وجہ سے انھیں بابائے اردو بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے اس قول میں 'لفظ' پر روشنی ڈالی ہے اور سمجھا یا ہے کہ انسان کو اپنی گفتگو میں الفاظ کا چناؤ بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے اور غیر ضروری گفتگو سے اجتناب برتنا چاہیے تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو، کیونکہ بے سرو پا گفتگو انسان کی توقیر میں اضافہ نہیں کرتی بلکہ تحقیر کا باعث بنتی ہے۔

## لفظوں کی جنگ

"لفظوں کی جنگ میں فتح کسی بھی فریق کی ہو شہید صرف سچائی ہوتی ہے۔" (مشتاق یوسفی) (۱۵)

مشتاق احمد یوسفی اردو ادب کے مزاج کا ایک بڑا نام جو حال ہی میں ہم سے بچھلے برس مچھڑ گئے۔ اکیسویں صدی کے اوائل میں کے مزاحیہ اردو ادب میں مشتاق احمد یوسفی کا کوئی ثانی نہ تھا بلکہ وہ ایک لیجنڈری ظرافت نگار تھے اور انھیں مزاحیہ انداز میں گہری بات کہنے پر کمال ملکہ حاصل تھا۔ انہوں نے اپنے اس قول میں ہلکے پھلکے انداز میں انسانوں کے درمیان کسی بھی موضوع پر ہونے والی بحث پر تنقید کی ہے کہ جب انسان اپنی بات کو سچ ثابت کرنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتا ہے اور سچائی کہیں دفن ہو جاتی ہے اور یہ خطرناک قسم کی ایک برائی بڑی تیزی سے ہمارے معاشرے و سماج میں پنپ رہی ہے۔ کہ انسان سنی سنائی ہر بات کو بغیر تحقیق کیے سچ ثابت کرنے میں لگ جاتا ہے۔ سوشل میڈیا پر جو آجکل افواہیں جنم لیتی ہیں اس میں اسی قسم کی برائی کا بھی بڑا عمل دخل ہے، سوشل میڈیا پر لوگوں کے درمیان فضول قسم کی بحث شروع ہو جاتی ہے اور سچائی کا متلاشی کوئی نہیں ہوتا، بس سب اپنا عقول و منطق سے عاری گیان بانٹ رہے ہوتے ہیں جو معاشرے میں نفاق کا باعث بنتا ہے۔

اقوالِ زریں (Golden words) کی اہمیت سے قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اقوال چند الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں، لیکن یہ الفاظ بڑا گہرا اثر رکھتے ہیں۔ بعض دفعہ موٹی موٹی کتابیں پڑھنے سے بھی انسان کے اندر کبھی کبھی وہ انقلاب پیدا نہیں ہو پاتا جیسا کہ ان اقوال کو پڑھ اور سن کر پیدا ہوتا ہے اور انسان کے رویے میں مثبت تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ اقوال قدیم اردو نثری اردو ادب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اقوال کے یہ چند الفاظِ فلسفیانہ فکشن کی طرح انسان کے ذہن میں ایک مثبت فکری سوچ کو ابھارتے ہیں جو انسان کے لیے مشعل راہ ثابت ہوتے ہیں۔ اقوالِ فلسفیانہ فکشن کی نمایاں جھلک دیتے ہیں۔

"ملفوظ (کل - فوط) (ع - صف) (1) پڑھا گیا۔ جو پڑھنے میں آئے (2) منہ سے بولی ہوئی بات۔ جمع: ملفوظات۔" (۱۶)

ملفوظات (انگریزی Saying) لفظ ملفوظ کی جمع ہے، جو اسم مفعول ہے، جس کی لفظی معنی زبان سے نکلا ہوا کلام یا ارشاد ہے۔

ابوللیث صدیقی لکھتے ہیں کہ:

"ملفوظات، لفظ سے مشتق ہے اور اس کا اطلاق اقوال و گفتار پر ہوتا ہے، جسے سننے والا محفوظ کر لیتا ہے۔ عام طور پر یہ اقوال

و گفتار صوفیائے کرام، علمائے دین، اکابر حکماء اور دانشوروں کے ہیں جن کو ان کے عقیدت مندوں نے بڑی محنت اور صحت

کے ساتھ قلمبند کر کے اپنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے ترتیب و تدوین سے پیش کیا ہے۔" (۱۷)

اصطلاحاً بزرگانِ دین، علماء کرام، دانشوروں، اکابرین کی کسی روحانی مجلس میں زبان سے نکلے ہوئے کلامات یا ارشادات ہیں، جنہیں کوئی مرید قلمبند کر کے ملفوظات کی صورت میں محفوظ کر لیتا ہے اور عوام الناس کے استفادہ کے لیے پیش کرنا اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتا ہے۔ ان روحانی و تربیتی مجالس میں انسانیت کے ہر طبقہ کے لیے روحانی و اخلاقی اصلاح کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں کہ:

"عہدِ قدیم میں صوفیائے کرام کے ایک یا دو جملوں کے متعدد اقوال ملتے ہیں۔ انہیں ملفوظات کہا جاتا ہے۔ ملفوظات کے

متعدد مجموعے ملتے ہیں۔ ان میں فارسی زبان میں بیان کردہ واقعے میں مرشد کی زبان سے ایک دو جملے نکلتے ہیں۔ اگر یہ جملے

اُردو میں ہیں تو یہ ہمارے کام کے ہیں اور ہم انہیں اُردو ملفوظ کہیں گے۔" (۱۸)

ملفوظات انسان کی روحانی تربیت اور انہیں راہِ راست پر لانے میں اپنا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ عالمِ دین اور بزرگوں کے ملفوظات میں لوگوں کو براہیوں سے بچنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ لوگوں کے دلوں کو دینِ اسلام کی روشنی سے متور کیا جاتا ہے اور انہیں مذہبِ اسلام کی سچی روح سے روشناس کرایا جاتا ہے، اس لیے کہ کہیں معاشرہ بدعت اور شرک جیسے گناہِ کبیرہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔ بزرگانِ دین لوگوں کو ملفوظات کے ذریعے کو راہِ راست پر لاتے ہیں تاکہ معاشرہ بھنگ کر بے راہ روی کا شکار نہ ہو جائے۔

ڈاکٹر گیان چند مزید لکھتے ہیں کہ:

"ملفوظات کو ایک ادبی صنف کہنے کا کوئی جواز تو نہیں لیکن چونکہ یہ کافی تعداد میں ہیں (سو سے اوپر ہی ہوں گے) اور قدیم

نثر سے مخصوص ہیں اس لیے ان کے زمرے کو ایک قدیم نثری صنف کا مرتبہ دیا جاسکتا ہے" (۱۹)

ملفوظات آجکل ایک قدیم نثری صنف کے طور پر جانی جاتی ہے۔ ملفوظات کے سلسلے میں بیسویں صدی میں اردو میں شائع ہو چکی ہیں۔ انہیں یوں سمجھنا چاہیے کہ جیسے قدیم زمانے میں مختلف لوگ کتابت یا روایت کرتے تھے اسی طرح مختلف اقوال یا حکایات کو سن کر نقل کرنے کا نام ملفوظات پڑ گیا۔ ان ملفوظات کی صحت زیادہ تر ناقل کی عقل و دانش پر مبنی ہوتی ہے۔ ملفوظات اردو ادب کی قدیم نثری صنف ہے۔ ملفوظات کا تعلق اردو فکشن سے تو نہیں ہے لیکن ملفوظات اپنے مختصر الفاظ پر مشتمل

ہدایت نامے کی صورت میں معاشرے کو ہر اچھائی اور برائی سے روشناس کراتی ہے تاکہ معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہ ہو اور سماج بہتری کی راہ پر گامزن رہے۔ ملفوظات کا یہ اختصار پین اور اس کی معاشرتی اصلاح کی خوبی کی جھلک فلپش فکشن میں بھی نظر آتی ہے

کہاوتیں

"کہاوت (ک۔ ہا۔ و۔ ت) (ہ۔ ا۔ م۔ ث) (1) قول۔ پچن۔ مثل۔ ضرب المثل۔  
جمع: کہاوتوں۔ کہاوتیں۔" (۲۰)

کہاوت (انگریزی Proverb) ہندی زبان کا لفظ ہے، کسی بھی قصے یا واقعے کے نتیجے کو گنے چنے الفاظ میں بطور مثال بیان کیا جائے، کہاوت کہلاتا ہے۔ ہر وہ واقعہ یا مصرع کہاوت بن جاتا ہے جو بطور نظیر زبان زد عام اور مشہور ہو جائے۔ جیسے "جس کی لاشھی اُس کی بھینس"۔  
ڈاکٹر یونس اگا سکر اپنی کتاب کے ابتدائی حصے میں حوالہ دیتے ہیں کہ:

"کہاوت، قدما کے طویل تجربات و مشاہدات کا نچوڑ و دانشمندانہ قول ہے جس میں کسی کی ذہانت نے زور بیان پیدا کیا ہو اور  
جسے قبول عام نے روزمرہ زندگی کا کلیہ بنا دیا ہو۔" (۲۱)

کہاوتیں کسی بھی زبان کی جان ہوتی ہیں، ان کا ہر محل استعمال کلام کو خوبصورتی اور سحر انگیزی عطا کرتا ہے، خاص طور پر کہاوتیں چند الفاظ میں طویل بات کہہ  
دینے کا ذریعہ ہے۔

ڈاکٹر شریف احمد قریشی کے بقول:

"کہاوتیں ہمیشہ عوامی قصوں، کہانیوں اور سماجی واقعات سے جنم لیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کہاوتوں اور لوک کہانیوں میں ایک  
گوٹہ تعلق اور ربط پایا جاتا ہے۔ کوئی بھی واقعہ، قصہ یا کہانی جب بار بار دہرایا جاتا ہے تو ایک عرصہ گزرنے کے  
بعد سینہ بہ سینہ منتقل ہو کر جب وہ اگلی نسلوں تک پہنچتا ہے تو اس کے چند جملے زبان زد عوام ہو جاتے ہیں۔ صدیوں کے بیتنے  
پر یہی چند جملے جو پورے قصے یا کہانی کا لب لباب اور خلاصہ بیان کرتے ہیں، یہی الفاظ کہاوتیں کہلاتے ہیں۔" (۲۲)

کہاوت عام طور سے ایک مکمل اور جامع بیان جملے یا فقرہ کی شکل میں ہوتی ہے اور اپنے مطلب کو واضح کرنے میں کسی دوسری عبارت کی محتاج نہیں ہوتی۔ کسی  
بھی طویل واقعہ یا قصے کے حاصل کے دریا کو کوزے میں بند کر دیتی ہیں۔ واقعہ سے متعلق کچھ الفاظ عوامی مقبولیت حاصل کر لیتے ہیں اور زبان زد عام ہو جاتے ہیں۔ کہاوت  
عام طور پر کسی سبق آموز واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے اور انسانی زندگی کے حقائق سے پردہ اٹھاتی ہے۔ کہاوتیں کسی بھی معاشرے کی تہذیبی، ثقافتی جغرافیائی اور نظریاتی  
پہلوؤں کی عکاس ہوتی ہیں۔

دو کہاوتیں بطور مثال پیش کی جاتی ہیں:

جس کی لاشھی اُس کی بھینس، چور کی داڑھی میں تنکا

درج بالا کہاوتوں میں سے پہلی کہاوت کے حکایتی و تمثیلی پس منظر میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ طاقت ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ جب کوئی طاقتور اپنی  
طاقت کے زور پر کسی کمزور کا مال اپنے قبضے میں کر لے تو یہ کہاوت بطور مثل کہی جاتی ہے، جس کی لاشھی اُس کی بھینس۔

جبکہ دوسری کہاوت کے حکایتی و تمثیلی پس منظر میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مجرم اپنی مشکوک حرکت سے بچنا جاتا ہے یعنی مجرم کے دل کا چور کسی  
نہ کسی طرح ظاہر ہو ہی جاتا ہے اور مجرم کا ضمیر ہمیشہ خوفزدہ ہوتا ہے۔ کوئی کسی کے طعنے و کنایے کو اپنی جانب منسوب کرے تو یہ کہاوت بطور مثال کہی جاتی ہے، چور کی

داڑھی میں تنکا۔

ڈاکٹر شریف احمد قریشی لکھتے ہیں کہ:

"کہاوتوں کے حکایتی و تمثیلی پس منظر کا مطالعہ کرنے پر پتا چلتا ہے کہ متعدد حکایتوں کا تعلق دنیا کے عوامی ادب سے  
ہے۔ حکایات لقمان، الف لیلے، انوار سہیلی وغیرہ کی کہانیاں عالمی ادب کا حصہ ہیں۔ اسی طرح پنج تتر، جاتک کتھا، ہتو  
پدیش، کتھاسرت ساگر وغیرہ کا شمار عالمی ادب میں کرنا چاہیے، کیوں کہ ان کی کتھاؤں اور کہانیوں کی جڑیں ہندوستان سے  
باہر دوسرے ملکوں میں بھی پھیلی ہوئی ہیں۔" (۲۳)

کہاوتیں اردو لوک ادب کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ کہاوتوں کی جڑیں عوام میں ہوتی ہیں کیونکہ دنیا بھر کی تمام زبانوں کی کہاوتوں نے لوک کہانیوں اور عوامی قصوں کے بطن سے جنم لیا ہے۔ کہاوت کی خوبی یہ ہے کہ کہاوت شخصیت پرستی کی قائل نہیں ہوتی۔ کہاوت کی نظر میں تمام طبقات برابر ہیں، جس سے قاری تمام انسانی طبقات کی نادانیوں اور دانشمندی سے واقف ہوتا ہے اور یہ جس فرد کو نشانہ بناتی ہے اُسے چھلنی کر دیتی ہے۔ کہاوت کے اسی پُر اثر تاثر کی بنا پر یہ عوام میں مقبول عام ہے اور ان کی اہمیت و افادیت زبان و ادب میں اب تک برقرار ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی لکھتے ہیں کہ:

"مختصر یہ کہ کہاوتیں انسان کی سچی ہمدرد ہیں۔ وہ زندگی کے نشیب و فراز میں مشعل ہدایت بنتی ہیں۔" (۲۴)

کہاوت دراصل انسان کی سچی دوست ہوتی ہیں۔ وہ انسان کو زندگی میں آنے والے اُتار چڑھاؤ کے لیے ہدایت مہیا کرتی ہے تاکہ وہ مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کر سکے۔ کہاوت کی نمایاں خوبی صاف گوئی ہے اور وہ کسی کا لحاظ نہیں رکھتی بلکہ کہاوت تمام انسانی طبقات کو برابری کی بنیاد پر پرکھتی ہے کیونکہ کہاوت شخصیت پرستی کے قائل نہیں ہوتی۔ کہاوت تمام انسانی طبقات کی خوبیوں اور خامیوں کو پرکھ کر سچائی کے ساتھ قاری تک پہنچاتی ہے تاکہ قاری حقیقت سے واقف ہو سکے۔ یعنی کہاوت کسی واقعے یا بات میں چھپی ہوئی سچائی یا عقل کی بات کو سمجھانے کے لیے بولی جاتی ہے اور ان کے حکایتی و تلمیحی پس منظر میں 'فلش فلش' کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔

### پہیلیاں

"پہیلی (پ۔ ہے۔ لی) (ہ۔ ا۔ مٹ) بھارت۔ چیتان۔ ممتا۔ جمع: پہیلیاں۔ پہیلیوں۔" (۲۵)

پہیلی (انگریزی Puzzle) ہندی زبان کا لفظ ہے، جس کی معانی مبہم بات، معمی ہے۔ اردو ادب میں امیر خسرو کو نثری و نظمیں پہیلی کا خالق تصور کیا جاتا ہے اور ان کے نام سے بہت سی پہیلیاں منسوب ہیں۔ امیر خسرو نے جو زیادہ تر پہیلیاں کہیں ہیں وہ نظم کے قریب تر ہیں اور یہ پہیلیاں اردو شاعری کا ابتدائی خاکہ پیش کرتی ہیں، لیکن ہم یہاں مقالے کے موضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف نثری پہیلیوں کا احاطہ کریں گے۔ راج کشور لکھتے ہیں کہ:

"پہیلیاں کیا ہے؟ پہیلی ایک ایسا فن ہے، جس میں حقیقت کا خلیہ اس حد تک بگاڑا جائے کہ وہ سرسری نگاہوں کی پہنچ سے کہیں دور آگے نکل جائے۔ اور شرط یہ ہے کہ رمز شناس مناسب کوشش سے نہ صرف اسے پہچان سکیں، بلکہ ہمیشہ ایک ہی نتیجے پہنچیں۔ سیدھی سادی بات کو گھما پھرا کر کہہ دینے کا نام پہیلی ہے، تو کبھی کبھی پُر پیچ باتوں کے پیچ و خم نکال کر صاف کر دینا بھی پہیلی بن جاتا ہے۔" (۲۶)

پہیلی زبانی قسم کا ایک کھیل ہے، تفریحی اور ذہنی آزمائش کے لیے پوچھا جانے والا پیچ دار سوال یا کسی عبارت کا مطلب مسئلہ کے طور پر حل کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

پہیلیوں کی افادیت کے بارے میں شہباز حسین لکھتے ہیں کہ:

"پہیلیوں کو کھیل ہی نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس سے بچوں میں سوچنے، اُن مل اور بے جوڑ باتوں میں ربط پیدا کرنے اور جانی پہچانی چیزوں کے بارے میں نئے ڈھنگ سے سوچنے کا انداز پیدا ہوتا ہے۔ ان کی ذہانت میں اضافہ ہوتا ہے اور ماحول اور گرد و پیش کی اشیاء سے لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔" (۲۷)

پہیلیاں بچوں کے لیے ہمیشہ سے ہی دلچسپ رہی ہیں۔ پہیلیاں ذہنی آزمائش کا کھیل ہے جو بچوں کے ذہنی نشوونما میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتی ہیں۔

وہاب اشرفی کے بقول: "پہیلیاں ہماری معاشرتی زندگی کے گونا گوں پہلوؤں کی عکاس ہیں" (۲۸)

ہماری تمدنی، معاشرتی اور ثقافتی زندگی کے بہت سے احوال و کوائف ان پہیلیوں میں مضمر ہیں۔

پہیلی کے ادبی اور تکنیکی پہلو کے بارے میں راج کشور لکھتے ہیں کہ:

"ادب زندگی کے بہت قریب ہوتا ہے، یہ زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ادب میں زندگی کی تنقید ہوتی ہے۔ بظاہر تو پہیلی

جیسی صنف کا، جہاں سیدھی سادی بات کہنے میں بھی فن کو سوسو جو کھم ہوتے ہیں، فن کے پیمانے پر پورا اتزان قدرے مشکل

معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تجربہ کیا گیا، صاف دکھائی دیا کہ وقت کی شاہراہ پر زندگی اور پہیلی ساتھ ساتھ گئے ہیں۔" (۲۹)

دراصل زندگی خود ایک پہیلی ہے۔ جس کے جواب کے لیے انسان ہمیشہ سے کوشاں رہا ہے۔

پہیلی ایک دلچسپ امر ہے۔ خاص طور پر ادبی معلوماتی پہیلیاں بچوں اور بڑوں میں اردو ادبی ذوق پیدا کرتی ہیں اور دلچسپی کو قائم رکھتی ہیں، کیونکہ پہیلی بہترین ذہنی مشق ہے جو بچوں اور بڑوں کو دماغی طور پر متحرک رکھتی ہے۔

پہیلی قدیم نثری اردو ادب سے تعلق رکھتی ہیں۔ امیر خسرو کی کہہ مکرنیاں اور پہیلیاں بہت مقبول ہیں۔ پہیلیوں میں کہانی کے سب اجزاء تو موجود نہیں ہوتے لیکن پہیلیوں کا اختصار پن، دلچسپی اور اختتام کو جاننا انہیں فلیش فلشن کے قریب لے آتا ہے۔

مقولہ

"مَقُولَه (م-قُو-لہ) (ع-ا-مذ) بات-کہاوت-قول-بچن-ضرب المثل۔" (۳۰)

مقولہ (انگریزی Quote) عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معانی بات، مثل، کہی ہوئی بات، یعنی کسی کی کہی ہوئی بات جو دوسرے کے لیے ایک مثال بن جائے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی لکھتے ہیں کہ:

"مقولہ اُس فقرے یا جملے کو کہتے ہیں جو عام کلیہ ہونے کے باعث یا عمدہ نصیحت ہونے کے سبب سے عام پسند

ہو گیا ہو اس میں الفاظ اپنے حقیقی معنی دیتے ہیں۔ مقولہ میں قدامت کی شرط لازم نہیں آتی۔

مثلاً

۱۔ باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب

۲۔ آپ جانیں اور آپ کا ایمان

۳۔ آپ جانیں اور آپ کا کام

۴۔ یوں بھی دیکھا دوں بھی دیکھا۔" (۳۱)

ایسا قول یا فقرہ جو مقبول ہونے کی وجہ سے زبان زد عام ہو گیا ہو، لیکن کہاوت یا مثل کی حد تک نہ پہنچا ہو، مقولہ کہلاتا ہے۔ مقولے میں چند الفاظ میں پُراثر نصیحت کرنے کی بھرپور صلاحیت پوشیدہ ہوتی ہے جو دوسرے کے ذہن میں سما جائے۔ ہمارے سماج میں بڑے بزرگ چھوٹوں کو برائیوں سے بچنے کے لیے انہیں سمجھاتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی کہی ہوئی باتوں (مقولوں) کو ڈھراتے ہیں جو نصیحت سے لبریز ہوتی ہیں۔ مختصر الفاظ پر مشتمل ان مقولوں میں صدیوں کا تجربہ پوشیدہ ہوتا ہے، جو انسان کو زندگی کے نشیب و فراز میں رہنمائی فرماتے ہیں۔ مقولے کو مقولہ بنانے میں انداز بیان کی چستی اور چابک دستی کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔

مقولہ اردو ادب کی قدیم نثری صنف سے تعلق رکھتی ہے۔ مقولے میں کہانی کے سب لوازمات تو نہیں ہوتے لیکن مقولے میں خصوصاً طویل بات کو مختصر الفاظ میں سمیٹ دینا، قاری کو کم وقت میں مکمل آگاہی فراہم کرنا اور سماج کو حقیقت سے روشناس کرانے جیسی خوبیاں اسے فلیش فلشن کے قریب تر لے آتی ہیں اور یہی سب خوبیاں فلیش فلشن کا بھی خاصہ ہیں۔

ضرب المثل

"ضرب المثل (ض-ب-ل-م-ث-ل) (ع-ا-مذ) کہاوت۔ وہ جملہ جو مثال کے طور پر مشہور ہو۔" (۳۲)

ضرب المثل (انگریزی Adage/ Proverb) عربی زبان کا لفظ ہے، جس سے معنی کہاوت، مثل، مقولہ ہے۔ یعنی وہ جملہ، مصرع یا فقرہ جو اپنے اندر مکمل اور معنی خیز اور عوام و خواص کی زبان پر زد عام ہو، ضرب المثل کہلاتا ہے۔ مثلاً سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے (یعنی کام بھی پورا ہو اور نقصان بھی نہ اٹھانا پڑے)

"اصل میں ضرب المثل ایک جملہ تامہ ہوتا ہے اور اپنا ذاتی مفہوم ادا کرنے کے لیے کسی دوسرے جملے یا عبارت کا محتاج

نہیں ہوتا۔" (۳۳)

ضرب الامثال اکثر اپنے لفظی معنی کے بجائے دوسرے مجازی معنی ادا کرتے ہیں۔ ضرب المثل پورا جملہ یا فقرہ ہوتا ہے اور اپنے معنی کی تکمیل کے لیے کسی اور جملے یا فقرے کا محتاج نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر پونس اگا سکر اپنی کتاب کے ابتدا میں لکھتے ہیں کہ:

"عربی کی ایک مشہور ضرب المثل ہے "المثل فی الکلام كاللحی فی الطعام" یعنی مثل روزمرہ کی گفتگو میں وہی اہمیت رکھتی ہے جو کھانے میں نمک کو حاصل ہے۔" (۳۴)

دوران گفتگو ضرب المثل کا استعمال کلام کو پُر اثر اور پُر لطف بنادیتا ہے جیسے نمک کھانے کو خوش ذائقہ اور چٹخارے دار بنادیتا ہے۔

پروفیسر سید وقار عظیم، نقلیات از میر بہادر علی حسینی کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ:

"ضرب الامثال کسی زبان کے مزاج اور اس کے معاشرتی اور تہذیبی ماحول کا عکس ہونے کے علاوہ بات کی تاثیر میں اضافہ کرنے اور اسے قابل قبول اور دل نشین بنانے کا بڑا کارگر وسیلہ سمجھی جاتی ہیں۔" (۳۵)

ضرب المثل کسی ایسے فقرے، جملے یا مصرعے کو کہتے ہیں جس میں قوم کی تہذیب، ثقافت اور معاشرتی و سماجی زندگی کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے اور وہ اپنے حکایتی و تلمیحی پس منظر میں ملک و ملت کا آئینہ دار ہوتی ہے۔

ضرب المثل کی بنیادیں اس کی تہذیبی، سماجی، لسانی، انفرادی و اجتماعی زندگی میں بہت گہری ہوتی ہیں۔ جس سے کسی بھی قوم کی عقل و دانش، رسم و رواج، رویوں اور رہن سہن کے بارے میں معلومات اخذ کی جاسکتی ہیں۔ مزید یہ کہ دوران گفتگو ضرب المثل کا استعمال زبان و بیان میں لطف پیدا کر دیتا ہے اور ایسی بات جسے دوسروں کو سمجھانے کے لیے سینکڑوں الفاظ کا سہارا لینا پڑے، چند الفاظ میں ذہن نشین کر دیتا ہے۔ ایک مشہور ضرب المثل پیش خدمت ہے۔

"ہوزدنی دور است / ابھی وئی دور ہے"

یہاں یہ بات باور کرانا ضروری ہے کہ کہاوت اور ضرب المثل میں بنیادی فرق کیا ہے جبکہ یہ الفاظ عام طور پر ایک دوسرے کے متبادل سمجھے جاتے ہیں۔ کہاوت کا تعلق عوام اور پورے سماج سے ہوتا ہے جبکہ ضرب الامثال ان مصرعوں، جملوں یا فقروں کو کہتے ہیں جو اپنی فطرت میں تو کہاوت ہی ہوتے ہیں لیکن ان کی زبان، لب و لہجہ اور انداز سخن معاشرے کی نسبتاً زیادہ تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ طبقہ کی نشاندہی کرتا ہے۔

ضرب المثل کسی واقعے یا بات میں چھپی ہوئی سچائی یا عقل کی بات کو سمجھانے کے لیے بولی جاتی ہے۔ ضرب المثل وہ مختصر جملے یا فقرے ہوتے ہیں جو صدیوں کے تجربات اور مشاہدے کے بعد زبان زد عام ہو جاتے ہیں، جن کے پیچھے وہ کہانیاں ہوتی ہیں جن کے کردار اور محل وقوع تو مختلف ہوتے ہیں لیکن نتیجہ یا اختتام ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ انسانی تجربات و مشاہدات پر مبنی ہوتے ہیں اور ایک مدت تک اپنے مخصوص حلقہ میں استعمال ہوتے رہنے کے بعد مثالوں کے طور پر قبول عام حاصل کر لیتے ہیں اور ضرب الامثال کہلاتے ہیں۔

ضرب المثل قدیم نثری اردو ادب سے تعلق رکھتی ہے۔ ضرب الامثال کا حکایتی پس منظر، اختصاری صورت اور معاشرے و سماج کے تہذیبی رویوں کا عکاس ہونا، یہ وہ نمایاں خوبیاں ہیں جو انھیں فلیش فلشن کے قریب تر لے آتی ہیں۔

محاورے

محاورے (Idioms)

"مجاورہ (م-ح-و-ر-ہ) (ع-ا-م-د) (1) ہم کلامی-باہمی گفتگو-بول چال-بات چیت-سوال جواب (2) مشق-مہارت (3) وہ کلمہ یا کلام جسے اہل زبان نے لغوی معنی کی مناسبت سے کسی خاص مفہوم کے لیے مخصوص کر لیا ہو۔ جمع: محاورات۔ اُردو جمع: محاوروں۔ محاورے۔" (۳۶)

راج کشور لکھتے ہیں کہ:

"زبان صدیوں منجھتی ہے، تب کہیں اس میں بول چال کا مخصوص انداز پیدا ہوتا ہے، محاورہ پیدا ہوتا ہے۔ محاورہ بول چال میں شان و شوکت پیدا کرتا ہے تھوڑے الفاظ میں زیادہ معنی ادا کرتا ہے۔ محاورے کو نظر انداز کرنا مشکل ہوتا ہے۔" (۳۷)

محاورے صدیوں سے رائج ہیں، محاورہ زبان کا مرکزی نکتہ ہوتا ہے یعنی وہ دائرہ جو مختصر ہونے کے باوجود اپنے اطراف پھیلی ہوئی بہت ساری حقیقتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ محاوروں کو شامل گفتگو کر کے چند الفاظ میں کارآمد اور موثر بات بیان کی جاسکتی ہے۔ دوران گفتگو محاوروں کا استعمال انسان کی گفتگو کو باذوق بنادیتا ہے۔

محاورے کسی بھی زبان کا حسن ہوتے ہیں، یہ کلام کی خوبصورتی میں اضافہ کرتے ہیں، انہیں گفتگو کے دوران خصوصی موقع پر استعمال کیا جاتا ہے، محاوروں کا استعمال گفتگو میں بروقت دلچسپی اور چاشنی پیدا کرتا ہے۔  
اردو زبان میں استعمال ہونے والے چند مشہور محاورے درج ذیل ہیں۔

- ایک انار سو بیار
- آسمان سے گرا، کچھور میں اٹکا
- دھوئی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا
- رسی جل گئی پر بل نہ گیا

محاورے قدیم نثری اردو ادب سے تعلق رکھتے ہیں۔ محاورے چند الفاظ میں احسن طریقے سے طویل بات، واقعہ یا کسی بھی صورت حال کو سمیٹنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ محاورہ عوامی زبان اور عام لب و لہجے سے قریب تر ہوتا ہے اور ایک حد تک اس میں تخیل، تجربے اور تجزیے کا آمیزہ بھی پایا جاتا ہے۔ محاورے محض کسی زبان کا حصہ ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے مختصر وجود میں نہ صرف کسی بھی معاشرے کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں بلکہ تہذیبی عکس بندی بھی بھرپور انداز میں کرتے ہیں۔ محاورے کی یہ خوبیاں فلیش فکشن میں بھی پائی جاتی ہیں۔

### لیٹیف

"لَطِيفَةُ (ل-ط-ي-ف) (ع-ا-مذ) (1) اچھی خبر (2) چٹکلا۔ دلچسپ بات۔ شگوفہ

(3) انوکھا۔ عجیب (4) (صف) لطیف کی تانیث جمع: لطائف۔ اُردو جمع: لطیفوں۔ لطیفے۔" (۳۸)

لطیفہ (انگریزی Joke) عربی زبان کا لفظ ہے، جس کی معانی ہنسانے والی یا مزاحیہ بات ہے۔ جسے سن یا پڑھ کر چہرے پر مسکراہٹ آجائے اور طبیعت میں لطیف احساس پیدا کرے۔

"مختصر ترین واقعہ کو جس میں مزاح کی چاشنی ہو عمدہ اور لطیف پیرائے میں اس انداز سے بیان کیا جائے کہ ان الفاظ یا

فقروں کے سننے والے کو ہنسی آجائے لطیفہ کہیں گے۔" (۳۹)

لطائف معاشرے میں ہلکے پھلکے مزاح اور تفریح کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ کوئی بھی مختصر کہانی جس کا اختتام مزاحیہ نتیجے پر ہو لطیفے کے طور پر لی جاتی ہے۔

لطیفہ اختصاری کہانی کی صورت میں ہوتا ہے، جس میں مکالمے بھی ہوتے اور اختتام پر عموماً ایک دم دار فقرہ ہوتا ہے۔ یہی فقرہ ہی عوام کو اس بات سے باخبر کرتا ہے کہ کہانی میں دوسرا اور متضاد پہلو بھی موجود ہے۔ لطیفے کو اجمالی مزاحیہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ ماضی میں لطیفہ کا لفظ مختصر کہانی کے طور پر بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔ جس کے بارے میں چند آراء پیش خدمت ہیں۔

گیان چند اپنی کتاب "ادبی اصناف" میں لکھتے ہیں کہ:

"انیسویں صدی کی ابتداء میں لطیفے کے یہ معنی متعین نہیں تھے بعض اوقات غیر مزاحیہ چھوٹی حکایتوں کو بھی لطیفہ کہہ دیا

جاتا تھا۔" (۴۰)

انیسویں صدی کی ابتدا میں لطیفے کی معنی واضح نہیں تھی بلکہ مزاح سے عاری حکایتوں کو بھی لطیفہ کہہ دیا جاتا تھا۔ ایسی حکایتیں جن میں کہیں بھی لطف کا احساس نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ ہولناکیوں سے لبریز ہوتی تھیں۔ محمد حسن عسکری نے بھی منٹو کی شہرہ آفاق کتاب 'سیاہ حاشیے' کے دیباچہ میں ان مختصر افسانوں کو لطیفوں کا نام دیا ہے۔

محمد حسن عسکری لکھتے ہیں کہ:

"فسادات کے متعلق جتنے بھی افسانے لکھے گئے ہیں۔ ان میں منٹو کے چھوٹے چھوٹے لطیفے سب سے زیادہ ہولناک اور سب

سے زیادہ رجائیت آمیز ہیں۔" (۴۱)

لطفانے چونکہ لطفی کی جمع ہے اس لیے ماضی میں حکایتوں / مختصر کہانیوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا رہا ہے۔ جس کی ایک مثال لؤلؤل کی مشہور کتاب کا عنوان "لطف ہندی" ہے، جس میں ایک سو مختصر حکایات درج ہیں جبکہ اس کتاب کو نقلیات ہندی بھی کہا گیا ہے۔ گویا ماضی میں لطفی، حکایتیں اور نقلیں متبادل الفاظ ہو گئے۔

موجودہ دور میں اب صرف لطفی کا لفظ مزاحیہ صنف کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ لطفیہ لوگوں کو ہنساتا ہے اور ان کے چہروں پر خوشی اور مسکراہٹ لاتا ہے جس سے وہ کچھ لمحوں کے لیے اپنی ذاتی زندگی کی پریشانیوں کو اپنے ذہن سے جھٹک دیتے ہیں جو ان کی ذہنی و جسمانی صحت کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "ہنسی علاجِ غم ہے"۔

لطفی کا تعلق چونکہ طنز و مزاح سے ہے اس لیے اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت کا جائزہ لیں تو ماضی میں ہمیں ملا نصیر الدین کی کئی مزاح سے بھرپور حکایت ملیں گی۔

لطفیہ مزاح کا ایک اظہار ہے جس کی ابتداء انسانیت کی آغاز داستان سے ہوتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان تہذیب سے آشنا ہوتا گیا اور اس کا یہ جوہر نکھر تا گیا۔ لطفیہ ابتدائی دور میں حکایتوں کی صورت میں ملتا ہے۔ اس کے لیے حُسن بیان اور حُسن ادا کی پابندی ضروری ہے، جبکہ اختصار اس کا حُسن ہے۔ اس لیے لطفیہ کے الفاظ کو نہایت خوش اسلوبی سے مخصوص بیانی سانچے میں ڈھالا جاتا ہے تاکہ لوگ محفوظ ہوں اور اس بات کو سنجیدگی سے نہ لیں۔

لطفیہ طنز و مزاح کی ایک مقبول صنف ہے۔ لطفانے ادب کا ضروری حصہ ہیں، کیونکہ طنز و مزاح سے بھرپور لطفیہ اپنے ہلکے پھلکے انداز میں معاشرے کی اصلاح کے لیے بہت ہی کارگر ہیں۔ ادیبوں اور شعراء کی بعض محفلیں بھی طنز و مزاح سے بھرپور ہوتی ہیں اور ان میں تخلیق آنے والے علمی و ادبی لطفیوں کا کوئی ثانی نہیں

غالب کے بقول: ظرافت کے لیے آدمی کا ظریف ہونا ہی ضروری نہیں بلکہ باظرف ہونا بھی ضروری ہے۔

اردو ادب میں علمی و ادبی لطفانے یا مزاحیہ مضامین کے لیے ابن انشاء، پطرس بخاری، فرحت اللہ بیگ، مشتاق احمد یوسفی، انور مقصود کے نام قابل ذکر ہیں۔ لطفیہ قدیم نثری اردو ادب سے تعلق رکھتا ہے۔ لطفیہ زبانی ادب کا حصہ ہوتے ہیں، اس لیے عموماً لطفیہ گھڑنے والے ادیبوں کے نام اکثر کسی کے علم میں نہیں ہوتے۔ لطفیہ ایک بہت چھوٹی کہانی کی شکل ہے جو مکالموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ لطفیہ میں مزاح پن نمایاں ہوتا ہے اور عموماً اس کا آخری دم دار فقرہ (پیچ لائن) لوگوں کو محفوظ کرتا ہے اور یہ بھی واضح کرتا ہے کہ کہانی میں دوسرا اور متضاد پہلو بھی ہے یعنی لطفیہ کی ابتدائی کہانی کا مقصد کچھ اور تھا۔ جبکہ فلیش فکشن میں سنجیدگی کا عنصر غالب ہوتا ہے اور بعض اوقات لطفیہ کی طرح اس کا آخری جملہ قاری کے ذہن پر ایسی کاری ضرب کرتا ہے کہ وہ سوچ کی وادی میں کہیں کھو کر رہ جاتا ہے، جبکہ لطفیہ کا اختصاری کہانی کی صورت میں ہونا بھی اسے فلیش فکشن سے مشابہہ دیتا ہے۔

#### حوالاجات

1. Google Dictionary "Flash", Accessed September, 2, 2019.  
<https://www.google.com.pk/search?q=flash+word+meaning&oq=word+flash.....>
- ۲۔ قریشی، بی۔ اے، پریکٹیکل ڈکشنری، انگلش۔ انگلش۔ اردو، 2004ء کتابستان پبلیشنگ کمپنی، لاہور، ص۔ 327
3. Dictionary. Com "Fiction", Accessed September, 02, 2019.  
(<https://www.dictionary.com/browse/fiction>)
4. [www.pitt.edu/~dash/jataka](http://www.pitt.edu/~dash/jataka)
5. [www.pitt.edu/~dash/jataka](http://www.pitt.edu/~dash/jataka)

۶۔ ظہور الدین، ڈاکٹر، کہانی کا ارتقاء، 1999ء، انٹرنیشنل اردو پبلیکیشنز، نئی دہلی، ص نمبر 22

۷۔ مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات۔ اردو جامع، 2005ء، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔ لاہور، ص 606

۸۔ شیرازی، ابو محمد مصلح الدین بن عبد اللہ، مرتبہ طالب الہاشمی حکایات سعدی، 2010ء، عقیف آفٹس پرنٹرز، دہلی، ص 59

۹۔ رومی، مولانا جلال الدین، حکایات رومی، زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور ص 247

- ۱۰۔ حضرت حکیم لقمانؑ، حکایات لقمان، 2020ء، جاوید ہٹ پریس، لاہور، ص 39
- ۱۱۔ مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات۔ اردو جامع، 2005ء، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔ لاہور، ص 1023
- ۱۲۔ گیان چند، ڈاکٹر، ادبی اصناف، 1989ء، گجرات اردو اکادمی، حکومت گجرات، ص 122
- ۱۳۔ سعید اے شیخ، مرتبہ، گنجینہ اقوال، 1986ء، تاج پرنٹرز، نئی دہلی، ص 74
- ۱۴۔ سعید اے شیخ، مرتبہ، گنجینہ اقوال، 1986ء، تاج پرنٹرز، نئی دہلی، ص 71
- ۱۵۔ یوسفی، مشتاق احمد، ترتیب۔ ڈاکٹر مظہر احمد، اقوال یوسفی، 2014ء، ایم۔ آر پبلی کیشنز، نئی دہلی، ص 69
- ۱۶۔ مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات۔ اردو جامع، 2005ء، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔ لاہور، ص 1346
- ۱۷۔ شہباز حسین، پہیلیاں، اسکائی لارک پرنٹرز، نئی دہلی، ص 3
- ۱۸۔ گیان چند، ڈاکٹر، ادبی اصناف، 1989ء، گجرات اردو اکادمی، گجرات (انڈیا)، ص 122
- ۱۹۔ گیان چند، ڈاکٹر، ادبی اصناف، 1989ء، گجرات اردو اکادمی، گجرات (انڈیا)، ص 122
- ۲۰۔ مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات۔ اردو جامع، 2005ء، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔ لاہور، ص 1107
- ۲۱۔ ڈاکٹر یونس اگا سکر، اُردو کہانیاں اور ان کے سماجی و لسانی پہلو، 1988ء، اے ون آفسیٹ پریس، دہلی ص 30
- ۲۲۔ ڈاکٹر شریف احمد قریشی، اردو کہانیاں، فروری 2016ء، بک کارنر، جہلم ص 24
- ۲۳۔ ڈاکٹر، شریف احمد قریشی، کہانیاں اور ان کا حکایتی و تلمیحی پس منظر، 2003ء، خدابخش اور نیشنل لائبریری، پٹنہ، ص 12، 13
- ۲۴۔ ڈاکٹر سیف پریجی، کہانیاں اور کہانی، 2005ء، لبرٹی آرٹ پریس، نئی دہلی، ص 5
- ۲۵۔ مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات۔ اردو جامع، 2005ء، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔ لاہور، ص 332
- ۲۶۔ راج کشور، جدید پہیلیاں، 2013ء، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ص 3
- ۲۷۔ شہباز حسین، پہیلیاں، 1994ء، اسکائی لارک پرنٹرز، نئی دہلی، ص 3
- ۲۸۔ پروفیسر قمر رئیس مرتب 'اردو میں لوک ادب' 1990ء دی لکشی پریس، نئی دہلی۔ ص 42
- ۲۹۔ راج کشور، جدید پہیلیاں، 2013ء، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ص 6
- ۳۰۔ مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات۔ اردو جامع، 2005ء، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔ لاہور، ص 1337
- ۳۱۔ سیف پریجی، ڈاکٹر 'ہمارے محاورے اور کہانیاں' 1970ء، شمن پبلشنگ کمپنی، نئی دہلی، ص نمبر 10
- ۳۲۔ مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات۔ اردو جامع، 2005ء، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔ لاہور، ص 920
- ۳۳۔ سیف پریجی، ڈاکٹر 'ہمارے محاورے اور کہانیاں' 1970ء، شمن پبلشنگ کمپنی، نئی دہلی، ص نمبر 8

- ۳۴۔ ڈاکٹر یونس اگا سکر، اُردو کہانوں میں اور اُن کے سماجی و لسانی پہلو، 1988ء، اے ون آفسیٹ پریس، دہلی ص 3
- ۳۵۔ میر بہادر علی حسینی، از نقلیات، 1966ء، مجلس ترقی ادب، لاہور، ص نمبر 42
- ۳۶۔ مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات۔ اُردو جامع، 2005ء، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔ لاہور، ص 1272
- ۳۷۔ راج کشور، جدید پہیلیاں، 2013ء، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ص 9
- ۳۸۔ مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات۔ اُردو جامع، 2005ء، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ۔ لاہور، ص 1217
- ۳۹۔ احمد جمال پاشا، فن لطیفہ گوئی اور پھڑکتے ہوئے لطیفے، 1967ء، نامی پریس لکھنؤ، ص نمبر 11
- ۴۰۔ گیان چند، ڈاکٹر، ادبی اصناف، 1989ء، گجرات اردو اکادمی، گجرات (انڈیا)، ص 124
- ۴۱۔ منٹو، سعادت حسن، 2009ء، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص 39